انڈونیشیا میں قادیانیوں کے خلاف پابندی لگانے کا اعلان

میاں علی رضا

زیرِنظر اخباری رپورٹ میں، قادیانیوں کا ذکر ''احمدی فرقے'' کے نام سے کیا گیا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ عرفیت درست نہیں۔قادیانی، ایک غیر مسلم اور اُمت سے الگ ہیں، کوئی فرقہ نہیں۔ تاریخی طور پر بھی وہ قادیانی اور مرزائی ہی کہلاتے آئے ہیں۔تاہم یہ رپورٹ ایک معاصر ہفت روزہ سے بعینہٖ نقل کی جارہی ہے۔(ادارہ)

انڈونیشیا کے دارالحکومت جکارتہ میں ہزاروں افراد کے اجتماع نے قادیانیوں کے خلاف احتجاج کیا ہے۔ صدارتی محل کے باہر مقررین نے ۲۰ را پریل ۲۰۰۸ کو اپنے خطاب میں اس اقلیتی برادری پر پابندی لگانے کا مطالبہ کیا تھا۔ گزشتہ ہفتے ایک حکومتی پینل نے بھی احمدی فرقے پر اسلام کے خلاف عقائد رکھنے کی وجہ سے پابندی عائد کرنے کی تجویز پیش کی تھی لیکن احمدی فرقے والوں کا کہنا ہے کہ انڈونیشیا کے آئین کے مطابق انھیں بھی دوسرے فرقوں کی طرح تحفظ حاصل ہے۔احمدی فرقے کا عقیدہ ہے کہ ان کے بانی مرزا غلام احمد جن کا انتقال ہندوستان میں ۱۹۰۸ء میں ہوا تھا۔ایک جھوٹے مدعیٔ نبوت تھے اور یہ مسلمانوں کے عقیدۂ ختم نبوت کے خلاف ہے۔احمدی فرقے سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو دنیا کے اکثریتی ممالک میں مذہبی اختلافات کی وجہ سے پریشانیوں اور پابندیوں کا سامنا ہے۔ جکارتہ میں ہونے والے مظاہرے میں سخت گیر موقف رکھنے والی اسلامی تنظیموں نے حصہ لیا اور ان تنظیموں کا عقیدہ ہے کہ احمدی مسلمان نہیں ہیں۔مقررین نے احمدی فرقے پر پابندی کے ساتھ ساتھ مظاہرین کو احمدی عقیدے پر یقین رکھنے والے لوگوں کو انڈونیشیا سے باہر نکالنے پر بھی زور دیا۔ جکارتہ میں بی بی سی کے نمائندے ''لوسی ولیمسن'' کے مطابق مظاہرین اپنے موقف پر کافی سخت تھے۔انھوں نے مزید کہا کہ یہ لوگ احمدی فرقے کو اسلام کے لیے خطرہ سمجھتے ہیں اور ایسے نظام کو جس میں مختلف اقلیتوں کو انفرادیت برقرار رکھنے کا حق ہو، مغربی طرز کی سیکولرازم کی نظر سے دیکھتے ہیں، لیکن انڈونیشیا کے صدر سوسیلو بمبانگ اس صورتحال سے کافی مشکل میں پڑ گئے ہیں، کیونکہ انڈونیشیا کے آئین کے مطابق ملک میں سب کو مذہبی آزادی حاصل ہے۔اس سلسلے میں قادیانیوں کے خلاف مسلسل احتجاج ہوتا رہا اور حکومت پر دباؤ بڑھتا گیا۔آخر کار ۱۰ ر جون ۲۰۰۸ء کو حکومت نے قادیانیوں کے

خلاف سخت پابندیاں لگانے کا اعلان کر دیا۔ اے ایف پی کے مطابق انڈونیشی کابینہ نے قادیانیوں کو ان کے عقیدے کی تشہیر، تعبیر اور سرگرمیوں سے روک دیا ہے۔ دوسری طرف جکارتہ میں اسلامی گروپوں نے پھر صدارتی محل کے سامنے قادیانیوں کے خلاف مکمل پابندی کے لیے مظاہرہ کیا اور مظاہرین نے صدر سے مطالبہ کیا کہ احمدیوں کو کافر قرار دیا جائے، ورنہ جہاد شروع کر دیا جائے گا۔ جس کی بنا پر کابینہ نے قادیانیوں کو تبلیغ کرنے سے روک دیا۔

۱۳؍ اگست ۲۰۰۸ء کو دارالحکومت جکارتہ میں ہزاروں مسلمانوں نے جمع ہو کر اسلامی حکومت کے تحت واحد اسلامی سلطنت کے قیام کا مطالبہ بھی کیا ہے۔ بنیاد پرست اسلامی تنظیم ''حزب التحریر'' کے زیر اہتمام جکارتہ کے فٹ بال سٹیڈیم میں ہونے والی اس اسلامی کانفرنس میں ایک لاکھ سے زائد افراد جمع ہوئے جن میں خواتین کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی، جنھوں نے نقاب کے ساتھ ساتھ پیشانی پر کلمہ طیبہ لکھا ہوا تھا۔ اس کانفرنس میں دنیا بھر سے آئے ہوئے مقررین نے خطاب کیا۔ شرکاء نے ایسے کتبے اٹھا رکھے تھے جن پر اسلامی حکومت کی بحالی کے لیے نعرے درج تھے۔ جکارتہ سٹیڈیم میں مسلمانوں کا اتنی بڑی تعداد میں جمع ہونے کا مقصد پوری دنیا میں صرف ایک متحد اسلامی ریاست کے قیام کا مطالبہ تھا۔ کانفرنس میں ایک ۲۴ سالہ نوجوان اکبر بھی شامل تھا جو ''حزب التحریر'' کے رکن نہیں ہیں لیکن اس کانفرنس کے بارے میں وہ کہتے ہیں ''یہ کانفرنس کسی ایک گروپ کے لیے نہیں ہے۔ میرے خیال میں اگر آپ انڈونیشیا میں شرعی قوانین کا نفاذ چاہتے ہیں تو آپ کو اس کانفرنس میں ضرور شامل ہونا چاہیے۔'' حزب التحریر کی اراکین دو طالبات ہانی اور وشنو کا کہنا تھا کہ وہ اسلام اور خلافت دونوں کی حمایت کے لیے اس کانفرنس میں شریک ہوئی ہیں۔ ''وشنو'' کہتی ہیں میں حزب التحریر میں اس لیے شامل ہوئی کیونکہ یہ باقی تمام اسلامی تنظیموں کی نسبت زیادہ منظّم اور متحد ہے۔

اگرچہ یہ کانفرنس ایسے لوگوں کا اجتماع تھا جن کے نظریات انڈونیشیا میں جمہوری طریقے سے منتخب کی گئی حکومت کو گرا کر نئی شرعی حکومت بنانے کی عکاسی کرتے ہیں، لیکن کانفرنس کے مقررین میں شمس الدین بھی شامل تھے جو حکومت کے حامی اور انڈونیشیا کی دوسری بڑی اسلامی جماعت ''محمدیہ'' کے سربراہ ہیں۔ انھوں نے اپنے خطاب میں کہا کہ چونکہ اس ملک کے عوام کی اکثریت مذہبی لوگوں پر مشتمل ہے۔ چنانچہ یہاں پر لبرل ڈیموکریسی یعنی آزاد خیال جمہوریت کی بجائے ان کامن (غیر معروف) ڈیموکریسی کی ضرورت ہے جس کی بنیاد مذہبی اقدار پر ہو۔ مذہبی اقدار سے مراد ضروری نہیں کہ یہ اسلامی اقدار ہوں۔

کانفرنس سے قبل اس کے مقاصد کے بارے میں کئی قیاس آرائیاں کی جارہی تھیں۔ ''حزب التحریر'' کا دعویٰ ہے کہ وہ انتہا پسند تنظیم نہیں ہے۔ نہ تو اس کا کوئی عسکری دھڑا ہے اور نہ ہی اس نے کبھی پُر تشدد کارروائی کی ہے۔ حزب التحریر کا قیام ۱۹۵۳ء کو یروشلم میں عمل میں آیا۔ تقی الدین کو اس تنظیم کا بانی سمجھا جاتا ہے۔ انڈونیشیا میں اس تحریک نے احمدی

فرقے کے خلاف بہت زیادہ فعال اقدامات کیے ہیں۔حزب التحریر کی ویب سائٹ میں اس جماعت کا ایجنڈا موجود ہے جس میں مغرب اور یہودیوں سے نفرت کا پرچار کیا گیا ہے، جبکہ احمدی فرقے والوں کی ویب سائٹ میں محبت کا پرچار کیا گیا ہے اور کسی سے نفرت نہیں کی گئی۔دونوں تنظیموں کو دنیا کے مختلف ممالک میں بین کیا گیا ہے لیکن وجوہات مختلف ہیں۔ مشرقِ وسطیٰ میں حزب التحریر کو دہشت گرد تنظیم اور تقریباً سارے یورپ میں اسے کالعدم قرار دیا جاچکا ہے۔جبکہ احمدی فرقے کو مسلمان ممالک میں اقلیت قرار دیا جاچکا ہے۔

مغربی دنیا کی طرف سے اسلام کی مخالفت کے باوجود انڈونیشیا میں اسلام کی مقبولیت میں روز بروز اضافہ ہورہا ہے۔مغرب کی مخالفت نے دنیا بھر کو اسلام کے بارے میں جاننے پر تیار کیا اور سیکولرازم کی لہروں میں بہنے والے مسلمان معاشروں پر بھی اس کے گہرے اثرات مرتب ہوئے۔سیکولرازم اور ماڈریٹ کہلانے والے ان ممالک میں اسلام کی اصل روح کی نمو پذیری کے لیے اسلامی تحریکیں وجود میں آئیں۔انڈونیشیا کا شمار بھی ایسے مسلم ممالک میں ہوتا ہے جو مسلمان ریاست ہونے کے باوجود سیکولر سٹیٹ کہلاتے ہیں۔

انڈونیشیا دنیا میں سب سے بڑا مسلم ملک ہے جس میں سیکولر جمہوریت قائم ہے۔کئی سالوں سے سیکولر انڈونیشیا میں اسلام پسندی کی لہریں زور پکڑ رہی تھیں، خواتین کی بڑی تعداد نے سر پر سکارف اوڑھنا شروع کردیا ہے۔ پہلے انڈونیشیائی مسلمانوں کی زیادہ تر تعداد میانہ روی کی قائل تھی لیکن ۱۱ ستمبر کے بعد مسلمانوں پر ٹوٹنے والی آفات نے انڈونیشیائی مسلمانوں کو سوچنے پر مجبور کردیا۔انڈونیشیا کا قانونی نظام ڈچ لاء اور اسلامک لاء پر مبنی ہے۔۱۶۰۲ء میں ڈچ نے یہاں ایسٹ انڈیا کمپنی تشکیل دی۔۲۰ ویں صدی کے اوائل میں ڈچ کمپنی نے ملک کے فوجی اور اور سیاسی ڈھانچے پر کنٹرول کرنا شروع کردیا، جس کے نتیجے میں ان کے جانے کے بعد بھی سیاہ ماڈرن ازم چھایا رہا۔آبادی کی اکثریت شافعی مسلک سے تعلق رکھتی ہے، احمدی اقلیت اور دوسری مذہبی رومن کیتھولک ہیں جبکہ ہندو، بدھ مت اور چند قبائلی علاقوں کے باشندے بھی آباد ہیں۔اگست ۱۹۴۵ء میں یہاں اسلامی لاء نافذ کیا گیا مگر سرکاری طور پر نہیں۔

آرٹیکل (۱) ۲۹ کے تحت بیان کیا گیا کہ اسلام ریاست کا مذہب ہے۔خدا سب سے برتر و اعلیٰ ہے۔آرٹیکل (۲) ۲۹ کے تحت اسلام پر آزادی سے عمل پیرا ہونے کی اجازت دی گئی۔۱۹۷۰ء کے قانون کے مطابق انڈونیشیا میں عدالتی نظام ۴ شعبوں میں منقسم ہے: (۱) عمومی عدالت (۲) مذہبی عدالت (۳) فوجی عدالت (۴) انتظامی عدالت

۱۹۹۸ء میں انڈونیشیا میں اسلامی تحریکوں کا احیاء ہوا۔ان اسلامی تحریکوں کو مشرقِ وسطیٰ سے سپورٹ حاصل تھی۔ ان تنظیموں کے اثرات یہاں آہستہ آہستہ نمایاں ہونے لگے۔اس وقت تعلیمی اداروں میں مذہب اسلام کا پرچار کرنے والا گروپ چھایا ہوا ہے۔حتیٰ کہ ماڈرن تعلیمی اداروں میں بھی اب خواتین شارٹ سکرٹ یا جینز کی بجائے پورے لباس میں

ملبوس نظر آتی ہیں۔ اسلامی روحانیت کا رنگ اب انڈونیشیا کے ہر شعبے میں چھایا ہوا ہے۔ ۱۹۹۸ء میں صدر سہارتو کے انتقال کے بعد معاشرے میں روحانیت کا انقلاب کروٹ لینے لگا۔ سہارتو نے اپنے طویل ۳۲ سالہ دورِ حکومت میں نہ صرف سیاسی آزادی بلکہ کسی بھی عقیدے بشمول مذہبی فضا کو پنپنے نہ دیا تاکہ کوئی بھی اس کے دورِ حکومت کو چیلنج نہ کر سکے۔

۲۰۰۴ء کے الیکشن نے اس نظریے کو تقویت دی کہ اسلام اور جمہوریت دونوں ناگزیر ہیں۔ پہلی دفعہ مذہبی سوچ نے ماڈریٹ اسلام نعرے کے مقابلے میں اسلام پسندی کو ہوا دی۔ ایک طرف تو وہ لوگ ہیں جو مغرب کے دلدادہ اور جدید اسلام کے پیروکار ہیں، جو بنیاد پرستی کے خلاف ہیں۔ دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو انڈونیشیا کو مسلم ریاست کے طور پر منوانا اور شرعی قوانین کا اطلاق چاہتے ہیں۔ حزب التحریر بھی اسی دور کی پیداوار ہے۔ ۲۰۰۳ء میں انڈونیشیا کے صرف ۷ اضلاع میں اسلامی غلبہ تھا مگر اب ۵۳ اضلاع میں اسلامی قوانین پر عمل درآمد ہو رہا ہے جس کی وجہ سے لبرل طبقہ پریشان ہے۔ جکارتہ میں ''مسلم واحد انسٹی ٹیوٹ'' کے ڈائریکٹر کہتے ہیں: ''میں انڈونیشیا کے ایک مکمل اسلامی و شرعی ریاست بننے کے حق میں نہیں ہوں مگر ایسا ہے کہ اسے روکا نہیں جا سکتا۔'' مذہبی تحریکوں کا پیغام یہ ہے کہ اچھے مسلمان ہونے کے ناتے انڈونیشیا کو ایک اسلامی ریاست بنانے کی حمایت کرنی چاہیے۔

احمدی فرقے کے خلاف احتجاج اور پھر حکومت کی طرف سے ان پر لگائی جانے والی پابندی اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ دن دور نہیں جب پورے انڈونیشیا میں شرعی نظام رائج ہوگا۔ مغرب اس بات سے خائف ہے کہ اگر انڈونیشیا میں مکمل اسلامی اور شرعی نظام رائج ہو گیا تو اس کے اتحادی لبرل اور احمدی فرقے کے لوگ اقلیت بن جائیں گے اور مغرب اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہو سکے گا۔ (ہفت روزہ ''ندائے ملت'' لاہور، ۲ تا ۸/ اکتوبر ۲۰۰۸ء)